قرآن کا نظریۂ کائنات

ڈاکٹر عبدالمغنی

(دوسری اور آخری قسط)

قرآن کا نظریۂ حیات

نظریہ کائنات کی تشریح کے ساتھ ساتھ نظریہ حیات کی وضاحت بھی ضروری ہے اس لیے کہ اول تو کائنات خود ایک مظہر حیات (Phenemenon of Life) ہے' دوسرے کائنات بے حیات نہیں ہوسکتی اور کائنات کے اندر حیات کا وجود لازماً ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ خود قرآن نے زمین و آسمان کے مرکب کے اجزائے ترکیبی کو ایک دوسرے سے جدا کرکے تخلیق کائنات کے آغاز کی جو نشان دہی ایک آیت میں کی ہے' جس کا حوالہ دیا جاچکا ہے' اس میں یہ صراحت بھی کردی ہے کہ خدا نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا' یعنی کائنات کے وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ حیات کا عمل بھی شروع ہوگیا۔ ایک دوسری آیت کے مطابق' جس کا حوالہ بھی دیا جاچکا ہے' زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت عرش خداوندی کے کسی نوعیت کے پانی کی سطح پر ہونے سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ حیات کے آثار کائنات کے ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔

لہٰذا دیکھنا چاہیے کہ کائنات میں حیات کے وجود کے متعلق قرآن کا نقطہ نظر کیا ہے؟ علمی حلقوں میں ایک مدت سے یہ بحث ہوتی رہی ہے کہ کائنات و حیات کا ارتقا (Evolution) ہوا ہے یا ان کی تخلیق (Creation)؟ جب سے ڈارون نے انیسویں صدی میں اصل الانواع (Origin of Species'1859) کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا ہے سائنس دانوں کا موقف یہ ہوگیا ہے کہ کائنات و حیات کی تخلیق بہ یک دفعہ یا جستہ جستہ نہیں ہوئی ہے' بلکہ تمام موجودات کا مسلسل ارتقا اس طرح ہوا ہے کہ پیہم ایک چیز کے اندر سے دوسری بہتر چیز نکلتی چلی گئی ہے' گرچہ سائنس کے اس مادی و میکانکی نظریے میں سائنس دانوں نے خود ہی کچھ گم شدہ

کڑیوں کا اقرار کیا ہے اور سب سے بڑھ کر حل طلب بلکہ ناقابل حل سوال تو یہ ہے کہ وہ بنیادی مادہ کب' کہاں اور کیسے وجود میں آیا جس سے حیات و کائنات کا سلسلہ شروع ہوا؟

چونکہ سائنس اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے' لہٰذا اس کے لیے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں مذہبی نقطہ نظر کا بہترین ترجمان قرآن ہی ہے' جو اسلامی نظریہ کائنات و حیات کی بنیادی دستاویز ہے۔ قرآن کا موقف سمجھنے کے لیے سب سے پہلے حسب ذیل آیات پر ایک نظر ڈالنی چاہیے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر ۱۵: ۲۶)

(ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا)

اس آیت کا مفہوم بقول مولانا مودودی" یہ ہے:

"یہاں قرآن اس امر کی صاف تصریح کرتا ہے کہ انسان حیوانی منازل سے ترقی کرتا ہوا بشریت کے حدود میں نہیں آیا ہے' جیسا کہ نئے دور کے ڈاروینیت سے متاثر مفسرین قرآن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں' بلکہ اس کی تخلیق کی ابتدا براہ راست ارضی مادوں سے ہوئی ہے جن کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خمیر اٹھی ہوئی مٹی کا ایک پُتلا بنایا گیا تھا جو بننے کے بعد خشک ہوا اور پھر اس کے اندر روح پھونکی گئی۔"

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر ۱۵: ۲۷)

(اور اس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے)

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ○ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ○ (طٰہٰ ۲۰: ۵۳ - ۵۴)

(وہی جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھا دیا اور اس میں تمہارے چلنے کو راستے بنائے' اور اوپر سے پانی برسایا' پھر اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کی پیداوار نکالی۔ کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ

اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (المومنون ۲۳ : ۱۲ - ۱۴)

(ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا' پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا' پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی' پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا' پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں' پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا' پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ' سب کاریگروں سے اچھا کاریگر)

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الشعراء ۲۶ : ۷ - ۸)

(اور کیا انہوں نے کبھی زمین پر نگاہ ڈالی کہ ہم نے کتنی کثیر مقدار میں ہر طرح کی عمدہ نباتات اس میں پیدا کی ہیں ؟ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے' مگر ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ○ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَاۗبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ (فاطر ۳۵: ۲۷-۲۸)

(کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعے سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ پہاڑوں میں بھی سفید' سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں)

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (الزمر ۳۹ : ۶)

(اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا' پھر وہی ہے جس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔ وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ جس کے یہ کام ہیں تمہارا رب ہے' بادشاہی اسی کی ہے' کوئی

معبود اس کے سوا نہیں ہے' پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟)

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (الذاریات ۵۱ : ۴۹)

(اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں' شاید کہ تم اس سے سبق لو)

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ○ (الطور ۵۲ : ۳۵)

(کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟)

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ○ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ○ (القمر ۵۴: ۴۹-۵۰)

(ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے اور پلک جھپکائے وہ عمل میں آجاتا ہے)

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ○ (نوح ۷۱ : ۱۴)

(اور اس نے طرح طرح سے تمہیں بنایا ہے)

یعنی مولانا مودودی" کہتے ہیں' "تخلیق کے مختلف مدارج اور اطوار سے گزارتا ہوا تمہیں موجودہ حالت پر لایا ہے۔"

وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ○ (نوح ۷۱ : ۱۷)

(اور اللہ نے زمین سے تم کو عجیب طرح اگایا)

اس پر مولانا مودودی" کا نوٹ ہے:

"یہاں زمین کے مادوں سے انسان کی پیدائش کو نباتات کے اگنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح کسی وقت اس کرے پر نباتات موجود نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کو اگایا اسی طرح ایک وقت تھا جب روئے زمین پر انسان کا کوئی وجود نہ تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی پود لگائی۔"

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ○ (الدھر ۷۶ : ۱)

(کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ قابل ذکر چیز نہ تھا؟)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ○ (التین ۹۵ : ۴)

(ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا)

مذکورہ بالا آیات کے اشارے سے واضح ہوتا ہے کہ زندگی سرراہے پڑی ہوئی کوئی خودکار چیز نہیں ہے' یہ باضابطہ پیدا کی گئی ہے اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس بات کا خالق نے خود دعویٰ کیا ہے اور تخلیق کی نسبت اپنی طرف کی ہے' اس لیے کہ وہی خدائے کائنات اور مالک

حیات ہے۔ اس نے کائنات کے ساتھ ساتھ حیات ایک اندازے اور منصوبے کے مطابق پیدا کی ہے۔ یہ اس کی بنائی ہوئی تقدیر ہے جس کے تحت ہر چیز بقدر ضرورت' پوری اہمیت کے ساتھ' پیدا کی گئی ہے۔ ہستی کا ایک نظام ہے جو قدرت الٰہی کے مرتب کیے ہوئے فطری ضابطوں پر مبنی ہے۔ وجود نرا وجود نہیں ہے' اس کے کچھ قواعد اور کچھ مقاصد ہیں۔ وجود کی بے شمار شکلیں ہیں جو ایک منطقی ربط کے ساتھ باہم مربوط ہیں۔

خدا کی اس تخلیق میں ایک حکیمانہ ارتقاء ہے۔ ساری مخلوقات بہ یک دفعہ نہیں پیدا کردی گئیں۔ وہ ایک تدریج و ترتیب کے ساتھ نمودار ہوئی ہیں۔ بنیادی اور اولیں مادے کی تشکیل کے بعد جس کی نوعیت خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں' تمام مخلوقات مشیت الٰہی کے مطابق یکے بعد دیگرے' الگ الگ' وجود میں لائی گئیں۔ آسمان اور زمین' ستارے اور سیارے ایک طویل مدت کے اندر رونما ہوئے۔ دنیا اپنے تمام آفاقی مظاہر کے ساتھ وجود میں آئی اور اس کی زمین پر پہلے جمادات' پھر نباتات' تب حیوانات اور سب سے آخر میں انسان کی پیدائش ہوئی' جس کی تخلیق کے عناصر ترکیبی میں دوسری مخلوقات کا حصہ معلوم ہوتا ہے' اس کے خمیر اور سانچے میں مٹی' پودے اور جانور سب کے اجزاء ہیں' جو وجود کے مختلف مراحل کی نشان دہی کرتے ہیں' مگر انسان کی ساخت اپنی مکمل شکل میں دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز اور بہترین ہے' اس لیے کہ خدا نے اسے ایک دوسری مخلوق ہی' قرآن کے لفظوں میں "خَلْقاً اٰخَرَ" بنایا ہے۔ یہ حقیقت ماں کے پیٹ میں باپ کے نطفے کی پرورش و پرداخت سے بھی عیاں ہے۔

مٹی کا پتلا خدا کے حکم سے تیار ہوا اور جب اس کی ایک شکل بن گئی تو خدا نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ اس کے بعد آدم یا آدمی کی جنس سے ہی اس کا جوڑا بنایا گیا' جس طرح کائنات کے اندر حیات کے دوسرے تمام مظاہر کے بھی جوڑے بحکم خداوندی بنے ہوئے ہیں۔ غور کیا جائے تو خود زمین و آسمان ایک جوڑے کی شکل میں باہم ملے ہوئے تھے' جس کے نتیجے میں وجود کا وہ عمل شروع ہوا جس کا علم انسان کو دیا گیا' جبکہ اس سے پہلے کی ہر بات صرف خدا کے علم میں ہے اور بعد کی ترقیات کے بھی بعض اسرار و رموز غیب ہی میں رکھے گئے ہیں۔ انسان کو صرف اس کی تخلیق اور حیات و کائنات کے چند اہم حقائق بتا کر یہ اعلان کردیا گیا ہے کہ خدا نے آدمی کو "بہترین سانچے" (احسن تقویم) میں پیدا کیا ہے۔

یہ اشارہ ہے اس نکتے کی طرف کہ انسان حیات کا عظیم ترین مظہر اور خدا کی بہترین مخلوق ہے جسے کائنات کے حقائق کا علم دے کر جنوں اور فرشتوں تک پر فضیلت دی گئی' تاکہ وہ دنیا میں

خدا کا نائب بن کر مشیت الٰہی کے منصوبوں کی تکمیل کرے اور ہستی کے اس امتحان میں کامیاب ہوکر بڑے سے بڑا انعام حاصل کرسکے' جیسا قرآن کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے جن کا حوالہ آئندہ سطروں میں دیا جائے گا۔ یہ ہے اسلام کا نظریہ حیات جو قرآن سے عیاں ہے۔

منصوبۂ تخلیق

حیات و کائنات کے وجود کا تجسس کرتے ہوئے ہر صاحب علم کو یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ زمین سے آسمان تک فطرت کے عظیم الشان نظام کا منصوبہ تخلیق کیا ہے؟ اس اہم ترین سوال کا بہترین جواب وہی ہے جو خود خدا کے لفظوں میں قرآن مجید نے دیا ہے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل آیات پر اچھی طرح غور کیا جانا چاہیے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الدخان ۴۴ : ۳۸ - ۳۹)

(یہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں ہم نے کھیل کے طور پر نہیں بنا دی ہیں۔ ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے' مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ○ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ○ (الملک ۶۷ : ۱- ۲)

(نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے' اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی)

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (الجاثیہ ۴۵ : ۲۲)

(اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کیا ہے کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا)

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ (الجاثیہ ۴۵ : ۲۴)

(یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے' یہیں ہمیں مرنا اور جینا ہے اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو۔ درحقیقت اس

معاملے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں، یہ محض گمان کی بنا پر باتیں کرتے ہیں)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ ۲ : ۲۱)

(لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے، تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت میں ہو سکتی ہے)

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (الروم ۳۰ : ۳۰)

(پس یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں)

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ (ص ۳۸ : ۲۷)

(ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے فضول پیدا نہیں کر دیا ہے)

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ... وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ... وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ... (البقرہ ۲ : ۳۰ - ۳۴)

(پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" انہوں نے عرض کیا: "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" فرمایا: "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے" اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا "اگر تمہارا خیال صحیح ہے کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ" انہوں نے عرض کیا "نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں" پھر اللہ نے آدم سے کہا "تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔ جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتا دیے تو اللہ نے فرمایا: "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور

زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں' جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔"

پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے' مگر ابلیس نے انکار کیا۔ وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا)

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف ۷ : ۵۴)

(خلق اور امر دونوں اسی کے ہیں)

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (الاحزاب ۳۳ : ۷۲)

(ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے' مگر انسان نے اسے اٹھا لیا)

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات و کائنات کی تخلیق ایک منصوبے کے تحت' ایک مقصد کے لیے ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا کی بندگی کرتے ہوئے انسان اپنی زندگی میں روئے زمین پر نیابت الٰہی کی امانت کا حق ادا کرے اور اس مقصد کے لیے جہاں ہر ہر فرد بہترین شعور و کردار کا ثبوت دے وہیں پوری نوع انسانی ہر سطح پر ہمہ جہت ترقی کرے' تاکہ عالم وجود کا ارتقا اس حد تک پہنچ جائے جو خدا نے مخلوقات کی ہستی کے لیے مقرر کر دی ہے۔ یہ فروغ ہستی عروج انسانیت بھی ہے۔ اسلام کی روایات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونے والی روحانی و جسمانی معراج' جس کا بیان قرآن کی سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم میں ہوا ہے' ایک مربوط و متوازن ارتقائے وجود کی وہ انتہا ہے جس کے آگے انسان کا تصور نہیں جاسکتا۔

خدا نے خلق اور امر دونوں کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے دنیا بنا کر چھوڑ نہیں دی ہے بلکہ جیسا قرآن کی متعدد آیتوں سے واضح ہوتا ہے تخلیق کائنات کے بعد بھی خالق کائنات اپنے کلی و عمومی آفاقی اقتدار کے عرش پر بیٹھا ہوا کارخانہ ہستی کا سارا نظام چلا رہا ہے۔ ازل سے وجود کی تقدیر اس نے بنائی ہے اور ابد تک وجود کے تمام امکانات کو روبہ عمل لانے کی تدبیر وہی کرتا رہے گا۔ وہ حیات و کائنات کی تمام شکلوں کا پروردگار (رب) ہے اور اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ تمام دائروں میں رونما ہونے والی زندگی کی ہدایت بھی کرتا رہے:

رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہٰ ۲۰ : ۵۰)

(ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی' پھر اس کو راستہ بتایا)

اس خیال انگیز آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ کہتے ہیں :

"یعنی دنیا کی ہر شے جیسی کچھ بھی بنی ہوئی ہے اس کے بنانے سے بنی ہے۔ پھر ایسا نہیں کیا کہ ہر چیز کو اس کی مخصوص بناوٹ دے کر یونہی چھوڑ دیا ہو بلکہ اس کے بعد وہی ان سب چیزوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اپنی ساخت سے کام لینے اور اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ اس نے نہ سکھایا ہو۔ کان کو سننا اور آنکھ کو دیکھنا' مچھلی کو تیرنا اور چڑیا کو اڑنا اسی نے سکھایا ہے۔ وہ ہر چیز کا صرف خالق ہی نہیں' ہادی اور معلم بھی ہے۔"

مخلوقات کے اتنے زبردست' ہمہ گیر اور موثر انتظام کے بعد سب کو اشرف المخلوقات کے لیے مسخر کردیا گیا' تاکہ وہ سطح وجود یا روئے ارض پر خدائے کائنات کی نیابت کرتے ہوئے اپنی زندگی کا امتحان اپنی تمام قوتوں کے ساتھ دے اور خالق کے حضور میں سرخ رو ہوکر آخرت کی حیات ابدی کا سامان کرے۔ یہ امتحان میں کام یابی کا انعام ہوگا' جب کہ ناکامی کی سزا مکمل تباہی ہے۔

سائنس اور قرآن کے نظریات کا موازنہ

حیات و کائنات کی زندگی و ترقی کے متعلق سائنس اور کائنات کے نظریات کا جو مختصر بیان عمومی طور پر گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے ان کا ایک تقابلی مطالعہ کرلینے سے اولین حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ سائنس اپنی محدود اور ناقص معلومات کی وجہ سے کوئی بات یقینی طور پر صاف صاف نہیں کہہ سکتی' جبکہ قرآن خدا کے بے پایاں اور کامل علم کی بنا پر ہر چیز بالکل قطعی طور پر صراحت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائنس کے بیانات سے وہ اعتماد نہیں پیدا ہوتا جو مثبت اور موثر عمل کا سرچشمہ ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کے اشارات یقین و اعتماد کی کیفیت پیدا کرتے اور بہترین عمل کی تحریک کرسکتے ہیں۔ یہ فرق نہایت اہم ہے۔ انسان کی زندگی بے عمل فکر کی بنیاد پر نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ باقی رہ سکتی ہے۔ لہٰذا انسانیت کی بقا و ترقی کا تقاضا ہے کہ اس فکر کو اختیار کیا جائے جو نتیجہ خیز ہو' محض خرد کے بدلتے ہوئے نظریات کا کھیل نہیں ہو' زندگی کا ایک مستقل تصور ہو جو ایک مقصد حیات سے عشق اور اس کے لیے عمل کا جذبہ پیدا کرے۔

ارتقا کی گفتگو کرنے کے باوجود سائنس دانوں کے خیالات میں جمود کا ایک عنصر ہے اور وہ ان کی خدا بے زاری کا پیدا کیا ہوا ہے' جو صریحا بے عقلی کی ایک بے بنیاد بات ہے۔ اس کے

برخلاف قرآن کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک متحرک کائنات میں سانس لے رہے ہیں جو ہمہ دم ترقی کر رہی ہے۔ "کن فیکون" کی صورت میں خدا کی قدرت اور مشیت کا عمل مسلسل جاری ہے۔ خدا اول تو "بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (الانعام ۶:۱۰۱) یعنی آسمان و زمین کا موجد ہے' دوسرے وہ تخلیق کی ابتدا کے ساتھ اس کا اعادہ (یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ' یونس ۱۰:۳۴) کرنے والا بھی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ (الذاریات ۵۱ : ۴۷)
(یعنی آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور وہ کائنات میں مسلسل توسیع کر رہا ہے)

مزید ارشاد یہ ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِھِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (الاحقاف ۴۶ : ۳۳)
(اور کیا ان لوگوں کو یہ سجھائی نہیں دیتا کہ جس خدا نے یہ زمین و آسمان پیدا کیے ہیں اور ان کو بناتے ہوئے وہ نہ تھکا وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو جلا اٹھائے' کیوں نہیں' یقیناً وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے)

واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے بعد زندگی اور دنیا کے بعد آخرت کا تصور قرآن و اسلام کے نظریہ حیات و کائنات کے انتہائی متحرک ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے' جب کہ دنیا کی زندگی تک محدود سائنس دانوں کے افکار کی دہریت ان کے جمود فکر کی قطعی دلیل ہے۔

سائنس کے نظریہ حیات و کائنات میں ربط و تسلسل کی سخت کمی ہے۔ ارتقا کی گم شدہ کڑیاں تمام اہل علوم کو معلوم ہیں۔ یہ ایک ایسا میکانکی و حیوانی ارتقا ہے جس میں رخنے ہی رخنے ہیں' جن کو بھرنے کے لیے صرف مفروضے (Hypotheses) قائم کر لیے گئے ہیں اور ان پر اصول موضوعہ (Postulates) کی طرح یقین کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف قرآنی نظریہ بالکل مربوط و مسلسل ہے اور مفروضوں کی بجائے قطعی بیانات پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ ان بیانات کو عقاید (Dogmas) کا اظہار کہا جا سکتا ہے' لیکن یہ ایک فطری و منطقی صورت حال ہے' اس لیے کہ غیب کے متعلق مشاہدے اور تجربے کی بات نہیں کی جا سکتی' لا محالہ ایمانیات کی بات کی جائے گی۔ یہ بھی گرچہ اصول موضوعہ ہیں مگر یہ انسانی گمان و قیاس پر مبنی اور اس لیے مشتبہ نہیں' وحی کے خدائی الفاظ ہیں جن کی صداقت کی تردید کسی واضح دلیل سے نہیں کی جا سکتی۔

سائنس حیات کی ابتداء اور ایک مدت تک اس کے ارتقا کو ایک خود کار (Mechanical)

عمل مانتی ہے اور انسان کے اندر شعور کے آغاز سے پہلے حیوانی ادوار زندگی فرض کرتی ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کا نظریہ ہے کہ ایک علیم و خبیر ہستی نے پوری حکمت کے ساتھ کائنات اور اس کی موجودات کی تخلیق کے ساتھ ساتھ حیات کو درجہ بہ درجہ ترقی دی' اس کے مختلف مرحلے اور دائرے متعین کیے' یہاں تک کہ مٹی کے پتلے میں اپنی روح پھونکنے کے فوراً بعد اسے علم و شعور کی دولت سے اس حد تک مالا مال کردیا کہ وہ مخلوقات میں سب سے افضل بن گیا اور فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکے تو بحکم خداوندی اس کے آگے جھک گئے' چنانچہ خدا نے روئے زمین پر انسان کو اپنا نائب (Deputy) بنا کر کائنات کی تمام اشیا کو اس کی خدمت اور اس کے استعمال کے لیے مسخر کردیا۔ یہ جذباتی تصورات نہیں ہیں' دانش مندانہ افکار ہیں جن کی بنا پر اور جن کی بدولت ہی دنیا میں انسان کی زندگی کا کوئی مصرف و مقصد' معیار اور نصب العین معلوم ہوتا ہے' اس کی سنجیدگی اور ذمے داری واضح ہوتی ہے اور اس کی افادیت و اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

بہرحال قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے' یہ تو زندگی کا ہدایت نامہ ہے۔ لہٰذا قرآن سائنس کی طرح فارمولے نہیں پیش کرتا' نہ ہی حیات و کائنات کے ارتقا کے مراحل سے بحث کرتا ہے' اس کے بجائے وحی الٰہی صرف ان بنیادی امور پر روشنی ڈالتی ہے جن کا تعلق زندگی اور اس کے معاملات سے ہے۔ چنانچہ حیات و کائنات کی تخلیق و تشکیل اور توسیع و ترقی کے متعلق نازل ہونے والی آیات قرآنی کا مطلب و مقصد صرف یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کے حقائق کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لے اور اس سلسلے میں اس کا ذہن صحیح طور پر کام کرے' تاکہ دنیا میں انسان کا کردار درست رہے' وہ راہ راست پر چلے اور منزل مقصود کی طرف بڑھتے' یہی وجہ ہے کہ حیات و کائنات کے حقائق کی تفصیل میں جانے کے بجائے قرآن نے ان کی طرف اشارے کرنا کافی سمجھا ہے۔ کہنا چاہیے کہ قرآن نے آخری سوالات کے جواب دے کر ان مسائل کے حل کی شاہ کلید اہل ایمان کے حوالے کردی ہے جن میں اہل علم زمانہ دراز سے الجھے ہوئے ہیں۔ اب یہ صاحب ایمان سائنس دانوں کا کام ہے کہ وہ قرآنی اشارات کی روشنی میں لادین سائنس دانوں کے دہریت پسندانہ نظریات کی تردید اور قرآن کے پیش کیے ہوئے ایمان افروز تصورات کی تشریح و تصریح کریں۔

صحیح علمی رویہ

علم انسان کے وجود کا سب سے بڑا سرمایہ ہے' لیکن علم کے موضوعات بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں' ایک وہ جو مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہوتے ہیں' دوسرے وہ جن کا انکشاف وحی

کے ذریعے معلوم ہوتا ہے۔ ابتداء و انتہاء کے متعلق جو سوالات انسان کے ذہن میں آتے ہیں' مثلاً

۱۔ ہستی کا سفر کب اور کیسے شروع ہوا؟

۲۔ اس سفر کی منزل کیا ہے؟

ان سوالوں کے جواب دینے سے انسان کا ذہن قاصر ہے۔ دوسرے سوال سے تو سائنس بحث ہی نہیں کرتی' مگر پہلے سوال پر جو کچھ تفتیش اور جستجو اب تک اس نے کی ہے اس کا کوئی حاصل نہیں نکلا' اس لیے کہ اس سوال کا تعلق غیب سے ہے اور غیب کا علم سوا خدا کے کسی کو نہیں ہے' اور انسان کو اتنا ہی معلوم ہے جتنا خدا نے بتادیا ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ اصلاً ایمان کا ہے جس پر انحصار کرکے ہی کوئی علمی کاوش نتیجہ خیز ہوسکتی ہے۔ قرآن نے اس سلسلے میں صحیح علمی رویے کی نشاندہی خود ہی کردی ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (آل عمران ۳: ۷)

(اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں' حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ہمارا ان پر ایمان ہے' یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔" اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں)

حیات و کائنات کی ابتدا کا تعلق متشابہات سے ہے' اس لیے کہ یہ موضوع بہت مبہم ہے اور اس میں مختلف بلکہ متضاد نظریات کے امکانات ہیں' جن کے سبب انتشار فکر پیدا ہوتا ہے اور تعین کے ساتھ کچھ معلوم نہیں ہوسکتا کہ حقیقت کیا ہے' لہٰذا انسان اپنی عقل سے قیاس پر قیاس کرتا چلا جاتا ہے اور اس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ اس ذہنی پراگندگی کا اثر عملاً انسان کی زندگی پر پڑتا ہے اور اس کے شعور و کردار دونوں میں کجی پیدا ہوجاتی ہے' بسا اوقات وہ الحاد کی

طرف مائل ہوجاتا ہے اور ایک نامراد زندگی گزارتا ہے' یہ سب ذہنی عدم توازن کے سبب ہوتا ہے۔ قرآن کی حسب ذیل آیت بگڑے ہوئے توازن کو درست بھی کرسکتی ہے اور ذہن کو متوازن بھی رکھ سکتی ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○
(المومن ۴۰ : ۵۷)

(آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسان کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں)

اس آیت سے انسان کے ذہن کی حد معلوم ہوتی ہے۔ زمین و آسمان کی وسعت کے مقابلے میں آدمی کی قوتوں کا پیمانہ مختصر ہے۔ لہٰذا اگر وہ عقل سلیم سے کام لے تو اپنے محدود علم پر ناز کرنے کے بجائے ان باتوں کا علم جن کا سمجھنا اس کے لیے محال ہے خدا سے طلب کرے اور اس کے لبوں پر یہ دعا ہو:

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ○ (طٰہٰ ۲۰ : ۱۱۴)

(اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر)

یہ درحقیقت اس حکمت کی طلب ہوگی جسے قرآن مجید نے "خیر کثیر" قرار دیا ہے:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ (البقرہ ۲ : ۲۶۹)

(جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی)

علم و حکمت کی جستجو قرآن حکیم کا ایک اہم موضوع ہے اور اللہ کی کتاب نے بار بار انسان کو فطرت کے تمام داخلی و خارجی مظاہر پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان مظاہر کو خدا نے اپنی قدرت کی نشانیوں سے تعبیر کیا ہے اور ان کا نام آیات رکھا ہے۔ کائنات میں ہر طرف خدا کی آیات پھیلی ہوئی ہیں اور پیہم ان آیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا دیدہ وری کا تقاضا ہے کہ ہدایت الٰہی کے تحت ان آیات پر تدبر کرکے ایسی تدبیروں سے کام لیا جائے جو حق و صداقت کو واضح کردیں۔ آدمی کو جو قوتیں فطری طور پر دی گئی ہیں انکا صحیح مصرف یہی ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (حم السجدہ ۴۱ : ۵۳)

(عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں

بقیہ صفحہ ۵۶ پر